احمد ندیم قاسمی: محبِّ وطن شاعر

ڈاکٹر عمارہ اقبال

Abstract:

Ahmed Nadeem Qasmi was a famous poet, renowned story writer, authentic critic, an excellent journalist and great dialogue writer.

Nadeem is a patriotic poet. In this essay, his patriotism has been highlighted. Whether it's the inefficiency of the selfish leaders or the separation of Bangladesh in 1971. Nadeem has made these matters the theme of his poetry. Nadeem has criticised bravely the so called democracy that has hampered the national progress. Nadeem has also criticised the UN for not solving the Kashmir issue fairly. Nadeem has propagated humanism tolerance and freedom expression through his poetry.

احمد ندیؔم قاسمی اپنے عہد کے عظیم شاعر، معروف افسانہ نگار، تنقید نگار اور باکمال صحافی تھے۔ اردو زبان و ادب میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ندیؔم ایک محبِّ وطن اور باشعور اہلِ قلم ہیں۔ پاکستان سے گہری وابستگی اِن کی شاعری میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ندیؔم کے نزدیک جو شخص اپنی قوم اور وطن سے محبت نہیں کرتا وہ کسی سے بھی محبت نہیں کرتا۔

پاکستان سے یہی گہری محبت اِن کی نظم میں بھی نظر آتی ہے جو ''وطن کے لیے ایک دعا'' کے عنوان سے اِن کے شعری مجموعہ ''لوحِ خاک'' میں شامل ہے۔

ندیؔم لکھتے ہیں:

خدا کرے کہ مری ارضِ پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل، جسے اندیشۂ زوال نہ ہو

یہاں جو پھول کھلے، وہ کھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے، وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز، کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اوجِ کمال
کوئی ملول نہ ہو، کوئی خستہ حال نہ ہو
خدا کرے۔ کہ مرے اِک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو، زندگی وبال نہ ہو [۱]

ندیم اس زمین پر خصوصاً اپنے وطن میں زندگی کو جس طرح دیکھنے کے خواہش مند تھے، اُس کا اظہار اُن کی اِس نظم میں بھرپور طریقے سے ہوا ہے۔

ندیم سچے اور کھرے محبِّ وطن پاکستانی تھے۔ اُنھوں نے سچے پاکستانی کی طرح اپنے وطنِ عزیز پر خوش حالی کے سورج کو تابندہ دیکھنے کی خواہش کی اور اِس معاملے میں کبھی کسی سے سمجھوتا نہ کیا۔ ندیم کے ترقی پسند نظریات اور پاکستانی قومیت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ پاکستان کے ساتھ گہری محبت ہی انہیں دیگر ترقی پسندوں سے ممتاز کرتی ہے۔ ندیم نے پاکستان کو اپنا وطن مان کر تقسیمِ ہند کو مصنوعی لکیر تصور کرنے کی بجائے ایک مسلم حقیقت سمجھ لیا۔

پاکستانیت ندیم کی شعری واردات کی نہایت اہم جہت ہے۔ اِن کے نزدیک پاکستان محض زمین کا ایک ٹکڑا نہیں ہے بلکہ یہ اُن کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اِس کے ذریعے ندیم نہ صرف اپنے فکری و تہذیبی تشخص کی سلامتی چاہتا ہے بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر حسن و محبت کے سپنوں کی تعبیر اور روشن امکانات کا ولولہ انگیز یقین رکھتا ہے۔ ندیم پر وطن سے محبت کا رنگ اِس قدر گہرا ہے کہ تمام رنگ اِسی ایک رنگ کے عکس معلوم ہوتے ہیں۔ پاکستان سے اِس گہری اور والہانہ محبت کا اظہار اور جذبہ و جوش اِن کی نظم ''جشنِ چراغاں'' میں نظر آتا ہے:

مجھ کو اِس دیس کی ایک ایک گلی پیاری ہے
مجھ پہ اِس دیس کا احسان بہت بھاری ہے
اِس کی آغوش میں پل بڑھ کے جوانی پائی
اِس مکتب سے یہ اعجاز بیانی پائی
اِس زمیں پر میں اندھیروں کو نہ جمنے دُوں گا
اپنی دیرینہ اُڑانوں کو نہ تھمنے دوں گا
میں تجلّی کا پیامی ہوں، جلاؤ شمعیں
آج ہر طاق پہ، ہر گھر میں سجاؤ شمعیں [۲]

قیامِ پاکستان کے بعد ہمارے ہاں قومی احساس کے بتدریج زوال کا جیتا جاگتا شعور ندیم کی شاعری میں نظر آتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں ہی ندیمؔ نے اپنی نظم ''غمِ وطن'' میں یہ سوال اُٹھایا تھا کہ:

جس کے دانتوں میں مری قوم کے ریشے ہیں ابھی
وہی سفاک مرے دیس کا ہمدم کیوں ہو
اِس کے سائے میں جب انسان کو دم لینا ہے
خونِ انساں ہی میں ڈوبا ہوا پرچم کیوں ہو
کٹ کے بھی جھک نہ سکا جو سرِ پندارِ وطن
کسی سلطان کے دربار میں اب خم کیوں ہو [۳]

ندیمؔ نے بڑی جرأت سے یہ نظم لکھی اور لوگوں کو تذبذب کی دلدل سے نکال کر پاکستانی ہونا سکھایا۔ وطن سے محبت اِن کی غزلوں میں بھی نظر آتی ہے۔ اِن کے اشعار سے وطن کا درد اِس طرح جھلکتا ہے جیسے کسی محبِّ وطن کی آنکھوں میں وطن کی حالتِ زار دیکھ کر آنسو آ جائیں اور وہ بے اختیار پکار اُٹھے:

لوگ جو خاکِ وطن بیچ کے کھا جاتے ہیں
اپنے ہی قتل کا کرتے ہیں تماشا کیسے [۴]

ندیمؔ کی شاعری میں وطن سے محبت اور وطن کا درد ایک قلبی رشتے کے ساتھ اُجاگر ہوتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ شاعر کا اپنے وطن کے ساتھ گہرا قلبی تعلق ہے۔ ندیمؔ پاکستان کی بقا اور خوش حالی کو ذاتی بقا گردانتے ہیں۔ ندیمؔ کی پاکستان سے گہری محبت ہی تھی جس کی وجہ سے اُنہوں نے ہر اُس تجویز کو ٹھکرا دیا جو پاکستان کی خودمختاری اور آزادی پر ذرا سی بھی آنچ لانے کی گنجائش رکھتی ہو۔ وطن سے اِس محبت کی وجہ سے ندیمؔ چاہتے تھے کہ دوسرے بھی اِس سے ٹوٹ کر محبت کریں اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اِس خطۂ ارض کی تعمیر و ترقی میں صرف کر دیں اور اگر کوئی اِس وطن کی امن و سلامتی کو نقصان پہنچائے تو اُن کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔

ندیمؔ نے سعادت حسن منٹو کے نام خط میں ترقی پسند اور روشن خیال تخلیق کاروں پر پاکستان دشمنی کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ:

''ہمارے قریب آیئے اور اُس ترقی پسندی کو سہارا دیجیے جسے پاکستان کا استحکام چاہیے، پاکستانی عوام کی فلاح چاہیے، جمہوریت اور مساوات چاہیے۔'' [۵]

ندیمؔ ایسے ترقی پسند تھے جو پاکستان میں جمہوریت کے خوابوں کو عملی طور پر جلوہ گر دیکھنے کی تمنا رکھتے تھے اور ملک میں انسانی مساوات اور سیاسی آزادی کی تشکیل کی راہ ہموار کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے لیکن اِس کے باوجود اِن پر پاکستان دشمنی کے الزامات بھی لگے اور انہیں کافر بھی قرار دیا گیا کیوں کہ اُنھوں نے ملک کے غاصبوں کو بے نقاب کر دیا تھا۔

''نقوش'' کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

''ہم پاکستان کے وفادار ہیں اور پاکستانی عوام کے بہی خواہ ہیں۔ ہم اُن سرمایہ داروں اور عوامی

حقوق کے غاصبوں کی وفاداری کو ریاکاری سمجھتے ہیں جو مذہب کے نام پر ذخیرہ اندوزی کو جائز
قرار دینے کے درپے ہیں۔'' ۶

ندیم کی پاکستان سے محبت کو پاکستان دشمنی قرار دیا گیا۔ ندیم کو اِن الزامات کا دُکھ ہوا۔
لکھتے ہیں کہ:

''میری امی حیران رہتی تھیں کہ مجھے سرکاری نوکری کیوں نہیں ملتی۔۔۔ اُداس ہو جاتی تھیں۔
جب خاندان کے بزرگوں سے سنتی تھیں کہ ہائے بے چارہ ندیم بھٹک گیا، نامُراد، کافر ہو
گیا!۔۔'' ۷

ندیم کو سچ بولنے کے جرم میں پابندِ سلاسل کر کے زنداں میں ڈال دیا گیا اور اِن کے اظہار پر پابندی کی کوشش کی گئی مگر وہ حق گوئی و بے باکی کو انسان کا بنیادی حق سمجھتے ہیں۔ اُنھوں نے ظالم حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سچائی کو پیش کیا ہے:

گل ہیں کم یاب اگر خون تو ارزاں ہو گا
کسی عنواں تو کوئی رنگ جمایا جائے ۸
حکم ہے سچ بھی قرینے سے کہا جائے ندیم
زخم کو زخم نہیں پھول بتایا جائے ۹

ندیم نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہونے والی پاک بھارت جنگ کے حوالے سے بہت کچھ لکھا۔ وطن میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا اور اعلیٰ ادبی قدر و قیمت کی حامل تخلیقات سامنے آئیں جو ہمارے شعری ادب کا سرمایہ ہیں۔

ندیم اپنی نظم ''چھ ستمبر'' میں کہتے ہیں:

چاند اُس رات بھی نکلا تھا، مگر اُس کا وجود
اِتنا خوں رنگ تھا، جیسے کسی معصوم کی لاش
تارے اُس رات بھی چمکے تھے، مگر اِس ڈھب سے
جیسے کٹ جائے کوئی جسم حسیں، قاش بہ قاش
اتنی بے چین تھی اُس رات، مہک پھولوں کی
جیسے ماں، جس کو ہو کھوئے ہوئے بچے کی تلاش
اتنے بیدار زمانے میں یہ سازش بھری رات
میری تاریخ کے سینے پہ اُتر آئی تھی
اپنی سنگینوں میں اُس رات کی سفاک سپاہ
دودھ پیتے ہوئے بچوں کو پرو لائی تھی ۱۰

پاکستان سے گہری محبت کا احساس ستمبر ۱۹۶۵ء سے مسلسل گہرا ہوتا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے وقت یہ احساس کرب میں تبدیل ہو گیا۔ سقوطِ ڈھاکہ کے المیہ پر ندیم بے اختیار رو پڑتے ہیں۔ یہ اِن کی پاکستان سے محبت کا ثبوت ہے۔ ندیم کہتے ہیں:

اے جمالِ آزادی، اے غزالِ آزادی
ہم کہ خاک برسر ہیں، تیرا ساتھ کیسے دیں ۱۱

ندیم اپنی نظم ''میں روتا ہوں'' میں سقوطِ ڈھاکہ کے سانحے پر وطن کے حضور اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں:

میں روتا ہوں
اے ارضِ وطن
میں روتا ہوں
میں نکہت گل کا رسیا تھا، اب مجھ پر یہ اُفتاد پڑی
پھولوں سے بچ کر چلتا ہوں، کانٹوں کو دل میں چبھوتا ہوں
میں روتا ہوں
اے ارضِ وطن
میں روتا ہوں
آ، میری جلد اُتار کے اپنے سارے زخم رفو کر لے
جب تک، اے ماں!
اے میرے جیسے کتنے کروڑوں کی باعظمت، باعزت
باعصمت ماں!
تیرے دامانِ دریدہ کو میں آبِ سرشکِ غیرت وغم میں
دھوتا ہوں

میں روتا ہوں
اے ارضِ وطن
میں روتا ہوں ۱۲

یہ نظم ندیم نے ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کی رات سقوطِ ڈھاکہ کی خبر سنتے ہی کہی اور اُس کے بعد کئی نظموں میں اِس المیے کی یاد میں سلگتے نظر آتے ہیں۔ ''ایک ہی رنگ ہے''، ''تتلی''، ''سقوط کے بعد''، ''اور باقی ہے''، ''دوستو آؤ'' اور ''اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ'' وغیرہ جیسی نظموں میں کرب کا احساس ہوتا ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد لکھی جانے والی نظموں میں ندیم کبھی تو قائداعظم کو مخاطب کر کے روتے ہیں اور کبھی ارضِ پاک کو پکار کر اپنے دُکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ اِن کی شاعری میں وطن کی محبت قلبی رشتے کے ساتھ اُجاگر ہوتی ہے جس سے ندیم کا اپنی دھرتی اور وطن کے ساتھ گہری

محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

بقول احمد ہمدانی:

''انہیں اپنے وطن اور اسلامی ثقافت سے گہری دل چسپی ہے۔ مذہب و وطنیت کے ساتھ اِن کا دِل انسان دوستی کے جذبات سے خالی نہیں۔'' [۱۳]

سقوطِ ڈھاکہ کی کربناک اور الم ناک صورتِ حال کی بہترین تصویر کشی ندیؔم کی نظم ''کھنڈر'' اور ''صفر'' میں بھی کی گئی ہے۔ نظم ''کھنڈر'' میں کہتے ہیں:

یہ میری تاریخ کا کھنڈر ہے
یہ میرے رہوارِ برق پیکر کی ہڈیاں ہیں
یہ میری تلوار ہے جو تنکا بنی پڑی ہے
یہ ڈھال ہے جس پہ پاؤں رکھ دو تو خشک پتے
کے ٹوٹنے کی پکار سن لو!

یہ میرے پرچم کی دھجیاں ہیں
یہ میری قدروں کی کرچیاں ہیں
یہ میرے معیار ہیں، جو پتھر بنے پڑے ہیں
یہ میرے افکار ہیں، جنہیں عنکبوت نے
اپنے تانے بانے کی کھونٹیاں سی
بنا لیا ہے [۱۴]

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد ندیؔم نے ''نامناسب'' اور ''عشق کے امتحان'' میں بھی طنزیہ انداز اپنایا۔ فوجی آمریت کے دور میں آواز اور تخلیقی قوتوں پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ ندیؔم آزادیٔ تحریر کو انسانی آزادی کے لیے ضروری قرار دیتا ہے اور اُس نے آمریت کے اِس ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور اُس وقت کی جیتی جاگتی تصویریں یوں بیان کرتے ہیں:

بدن آزاد ہیں، اندر مگر زنجیر بجتی ہے
کہ میں مختار ہو کر بھی گنا جاؤں اسیروں میں [۱۵]

پاکستان کے دوٹکڑے ہونے کے بعد بنگلہ دیش کے مہاجر کیمپوں میں زندگی گزارنے والے بہاری پاکستانیوں پر عالمی ریڈ کراس والوں نے پابندی عائد کر دی کہ وہ ۲۵ الفاظ سے زیادہ کا خط نہیں لکھ سکتے۔ وہ لوگ اپنے ہی ملک میں اپنے ہم وطنوں کے ہاتھوں ذہنی اور جسمانی اذیت سے گزر رہے تھے۔ ندیؔم نے اِس پابندی کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا اور ان کے جذبات کی نمائندگی کے لیے ایسی مختصر نظمیں لکھیں جو صرف ۲۵، ۲۵ الفاظ پر مشتمل تھیں۔ یہ نظمیں جہاں ایک طرف اِن پناہ گزینوں کے دُکھ کا اظہار کرتی ہیں وہاں دوسری طرف ہیئتی اعتبار سے بھی بالکل نیا

تجربہ ہیں۔

ایک نظم میں لکھتے ہیں:

بھیا جب تم مجھ کو لینے آنا
اُردو کا اِک لفظ نہ کہنا
چپکے رہنا
مجبوراً کچھ کہنا پڑے تو اتنا
''میں گونگا ہوں'' (۲۵ الفاظ) ۱۶؎

کشمیر ایک ایسا مسئلہ ہے جو مدتوں سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان وجہ تنازع ہے۔ اِس مسئلے پر سیاست دان ہو یا ادیب یا دانش ور، ہر حلقے میں نظریاتی اختلاف موجود ہے۔ قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا ہے۔ اِس کی معنوی گہرائی تک پہنچنے کے لیے ندیم نے جس طرح تحریکِ آزادیٔ کشمیر کو اپنا موضوع بنایا، اقوامِ متحدہ کے کردار کو بے نقاب کیا اور پاکستانی موقف کو اُبھارا، اِس سے بھی ندیم کی بے مثال پاکستانیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

نظم ''کشمیر'' میں ندیم کہتے ہیں:

پھیلا ہوا ہاتھ برہمن کا
اِس چاند کا مستقل گہن ہے
جلتے ہوئے گھر چھنے ہوئے کھیت
ہر شخص وطن میں بے وطن ہے
سنتے ہیں سمندروں کے اُس پار
اقوام کی ایک انجمن ہے
آج اِس کے اصول کے مطابق
ظالم ہے وہی جو خستہ تن ہے
آج اِس کی بلند مسندوں پر
ہر چور کے ہاتھ میں کفن ہے
سچ کہتی ہیں سب غریب قومیں
یہ بزم بھی بزمِ اہرمن ہے ۱۷؎

کشمیر کا موضوع ندیم کے احساس کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اپنے وطن سے محبت کرنے والا انسان اپنے ملک کی شہ رگ سے اپنا رشتہ کیسے منقطع کر سکتا ہے۔ ندیم نے کشمیر کی جدوجہد کے خلاف بولنے والے ہندوستانی ادیبوں کے خلاف جہاں پاکستانی قوم کے جذبات کی ترجمانی کی، وہاں اپنی شاعری میں کشمیر کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار بھی کیا۔

ندیؔم لیڈروں اور رہنماؤں کے رویوں اور اِن کی نااہلی کو بڑے دُکھ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ کیوں کہ اقوام کی تقدیر بنانے اور تاریخ متعین کرنے میں سیاست اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے روس اور امریکہ کی شرائط پر بھارت کی بالادستی قبول کرنے کے لیے نئے عزم کیے اور نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن پوسٹ نے اِن ممالک کی بھارتی اور روسی تجویزوں کی حمایت کی۔ اقباؔل اور قائداعظم کے خواب ٹوٹ گئے۔

ندیؔم بے حس حکمرانوں اور رہنماؤں کے بارے میں کہتے ہیں:

کیا خبر تھی یہ زمانے بھی ہیں آنے والے
سوتے رہ جائیں گے سوتوں کو جگانے والے ۱۸

رہنماؤں سے بس اتنا سا گلہ ہے مجھ کو
اِن کے ہونٹوں پہ جو باتیں ہیں، وہ ذہنوں میں نہیں ۱۹

رہنماؤں سے بس اتنا ہی ہمیں کہنا ہے
کہ وہ الفاظ کے ناموس کو بیچا نہ کریں ۲۰

شہراہِ شب پہ راہنماؤں کی بھیڑ تھی
ہر ہاتھ میں چراغ تھا، لیکن بجھا ہوا ۲۱

سقوطِ ڈھاکہ کا المیہ بھی اِس لیے پیش آیا کہ ہمارے لیڈر اور صاحبِ اقتدار لوگ کسی کی بات سننے کو تیار نہ تھے اور حکمران نااہلی اور ناعاقبت اندیشی کا شکار تھے۔ انہی رہنماؤں کی وجہ سے ملک دو حصوں میں بٹ گیا۔ اِن حکمرانوں کے دھوکے اور فریب کو ندیؔم نے یوں بیان کیا ہے:

بے وقار آزادی، ہم غریب ملکوں کی
تاج سر پہ رکھا ہے، بیڑیاں ہیں پاؤں میں ۲۲

سب کو مجبور کر دیا اُس نے
جس کے قبضے میں اختیار آیا ۲۳

ندیؔم کہتے ہیں کہ ملک تو آزاد ہو گیا لیکن یہ خوشی ادھوری رہی کیوں کہ بااختیار طبقے نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا:

پھر بھیانک تیرگی میں آ گئے
ہم گجر بجنے سے دھوکا کھا گئے ۲۴

پاکستان کے حکمرانوں نے اپنے مفادات کی خاطر وطنِ عزیز کو معاشی اعتبار سے کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ اِس ملک میں

جو بھی برسرِ اقتدار آیا، اِس نے اس ملک سے غربت ختم کرنے اور کشکول توڑ دینے کے دعوے تو بہت کیے لیکن عملاً کچھ بھی نہ کیا اور یہ سب دعوے کے دعوے ہی رہ گئے اور ملک مقروض ہو گیا۔ ندیم نے اِن بے ضمیر اور بے حس حکمرانوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور اِن کے ہاں یہ موضوع متنوع پیرائے میں آیا ہے۔ اپنی نظم ''بھیک'' میں ندیم نے دُکھ کے ساتھ حکمرانوں کے اِس کردار پر تنقید کی ہے:

تم گداگر کے گداگر ہی رہے
تم نے کشکول تہ جامہ بانات چھپا رکھا تھا
اور چہرے پہ انا تھی
جو ہمیشہ کی طرح جھوٹی تھی
وہ یہ کہتی ہوئی لگتی تھی کہ ہم بھیک نہیں مانگیں گے
یعنی مر جائیں گے، لیکن کسی منعم کے درِ زر پہ نہ دستک دیں گے
یہ جو گرتے ہوئے سکوں کی کھنک چار طرف گونجی ہے
یہ شنیدہ ہے کئی برسوں کی
اور کشکول کا لہجہ بھی وہی ہے جو ہمیں ازبر ہے
لاکھ انکار کرو، لاکھ بہانے ڈھونڈو
تم گداگر کے گداگر ہی رہے ۲۵

حکومت اور رہنماؤں کا فرض ہے کہ تمام لوگوں کو عدل و انصاف میسر ہو لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہمارے ہاں سیاست دانوں نے انصاف کے پلڑوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال رکھا ہے۔ مظلوم عوام پر یہ حکمران ظلم وستم ڈھاتے ہیں:

مجھے تلاش ہے اس عدل گاہ کی جس میں
مرے گناہوں کے الزام آئیں سر میرے ۲۶

پاکستان ان نااہل رہنماؤں اور حکمرانوں کی وجہ سے ترقی کی منزل پر گامزن نہیں ہو سکا:

سزا ملی ہے مجھے گردِ راہ بننے کی
گنہہ یہ ہے کہ میں کیوں راستہ دکھا بیٹھا ۲۷

ندیم چاہتے ہیں کہ حکمران اِس ملک میں انصاف اور مساوات کو فروغ دیں، ملک اور عوام کے مسائل کو حل کریں۔ ریاکاری، دھوکہ اور فریب سے یہ حکمران کوسوں دور ہوں۔ ایسا محسوس ہو کہ یہ حاکم نہیں بلکہ اُن کے خادم ہیں اور صحیح معنوں میں جمہوریت اور جمہوری نظام کو مستحکم کریں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے عوام، اپنے حکمرانوں کو دیکھنے کے لیے ترستے ہیں۔ یہ لوگ منتخب ہونے کے بعد عوام سے اپنا رشتہ توڑ لیتے ہیں:

میں نے بھیجا تجھے ایوانِ حکومت میں مگر

اب تو برسوں ترا دیدار، نہیں ہو سکتا ۲۸

شانِ جمہور تو جب ہے کہ ہر انسان کہے
میرا حاکم، مرا ہر حکم بجا لاتا ہے ۲۹

ہمارے حکمران اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت زندگی نہیں گزارتے۔ انہوں نے قوم کو دوسروں کا محتاج بن کر جینے پر مجبور کر دیا ہے۔ ندیمؔ نے بڑی دل سوزی اور دُکھ کے ساتھ خودی کی موت کے بھیانک اثرات کا جائزہ لیا ہے اور اِن کی نظموں ''مجھے تلاش کرو'' اور ''نفی'' میں اِس المیہ کو بیان کیا ہے۔

شاعر معاشرے کا حساس فرد ہوتا ہے۔ ایوب خان کی سفاکی اور ظلم وستم کی چکی میں پستی ہوئی عوام کے مسائل کو دیکھ کر ندیمؔ کے اندر مزاحمتی جذبات کا اُبھرنا فطری امر ہے۔ اُس وقت شاعروں پر اظہار کی پابندی عائد تھی۔ اِن آمرانہ پابندیوں کی وجہ سے ندیمؔ نے بیانیہ انداز کی جگہ رمز وایما کے اسالیب کو اپنایا۔ اِن کی تخلیقی زندگی پر آمریت کے بھیانک اثرات کی منظر کشی اُن کی نظموں ''فنونِ لطیفہ'' اور ''کون سنے'' میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ آمریت کے منفی اثرات معاشرتی اور تہذیبی زندگی پر بھی مرتب ہوئے۔ اِن کا اظہار ندیمؔ کی نظموں ''مجبوری'' اور ''صدائے بے صدا'' میں ہوتا ہے۔''صدائے بے صدا'' میں ندیمؔ کہتے ہیں:

اظہارِ مدعا کی اجازت کا شکریہ
لیکن مری زبان تو واپس دلایئے
الفاظ سے صدا کی صفت کس نے چھین لی
اِس رہزنی کا کھوج تو پہلے لگایئے
جب مل گیا مجھے میری آواز کا سراغ
جنباں رہیں گے کنجِ لحد میں بھی مرے لب
یوں بولنے کو بول تو دوں آج بھی مگر
تاروں کے ٹوٹنے سے نہ ٹوٹا سکوتِ شب ۳۰

یہ نظم ۱۹۶۵ء میں ایوب خان کے صدارتی انتخاب کے بعد لکھی گئی جس میں محترمہ فاطمہ جناح کو دھاندلی کے ذریعے ہرایا گیا تھا۔ انتخاب جیتنے کی خوشی میں ایوب خان نے غریب بستیوں پر ظلم وستم کی یلغار کر دی۔ اِس صورتِ حال کا اظہار ندیمؔ نے ''حصارِ فصلِ گل'' اور ''ابلاغ'' میں بھی کیا ہے۔ ندیمؔ ''حصارِ فصلِ گل'' میں بیان کرتے ہیں:

تاروں کا قتل پردۂ شب میں ہوا، مگر
دستِ سحر سے خون تو ٹپکے گا، صبح دم
چپ چاپ پی گئے ہیں لہو کی پکار کو
دانش وری کے یوں تو بڑے مدعی ہیں ہم ۳۱

ملک میں جب انقلاب آیا تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی کہ وہی نظام قائم دائم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایوب خان کی آمریت ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوریت میں بدل گئی لیکن ضیاء الحق کے مارشل لا کے ساتھ ہی پوری قوم ایک مرتبہ پھر اُجڑ گئی۔ اظہار پر ایک بار پھر پابندی لگا دی گئی، زبانیں اور الفاظ پتھر بن گئے۔ ندیؔم پاکستان کے حقیقی بیٹے تھے اور ہمیشہ مظلوموں کی مدد کی اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہا۔ جب بھی کسی حکمران نے انصاف نہ کیا اور منصفانہ تقسیم نہ کی، تو ندیؔم نے اِس کے خلاف آواز بلند کی اور ہمیشہ انصاف، مساوات اور آزادی کے لیے جنگ لڑی۔ ندیؔم نے ظالم اور جابر حکمرانوں کے کارنامے جرأت و بے باکی کے ساتھ بیان کیے، اِس کا اظہار ندیؔم نے ''پس الفاظ'' میں کیا ہے:

> ''میں نے مارشل لا حکومت پر حقیقت افروز تنقید کر کے ثابت کر دیا کہ اعلانِ حق پر اہلِ قلم کا پختہ ایمان ہے اور آمریت کی کوئی بھی صورت ہمارے قلم اور ہمارے ضمیر کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی۔ میں نے گھر بیٹھے رہنے کی بجائے، مارشل لا کی سجائی ہوئی اسٹیج پر جا کر مارشل لا والوں کو کھری کھری سنائیں، حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کا اعلان کرنے کے لیے بڑی جرأت درکار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی مجھ میں فیاضانہ طور پر ودیعت کر رکھی ہے۔'' [۳۲]

ندیؔم نے لوگوں کو پیغام دیا کہ جتنے بھی مشکل حالات پیدا ہوں، ظلم وستم کی پروا کیے بغیر اپنی بات کو آزادی کے ساتھ لوگوں تک پہنچانا چاہیے۔ ندیؔم نے اپنی شاعری کے ذریعے انسانیت، رواداری، جذبہ حب الوطنی اور محنت کی قدروں کو فروغ دیا۔

حواشی:

۱۔ احمد ندیؔم قاسمی، **ندیمؔ کی نظمیں**، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۹۰۔۹۱
۲۔ ایضاً، ص ۳۶۷
۳۔ ایضاً، ص ۶۵۰۔۶۵۱
۴۔ احمد ندیؔم قاسمی، **دوام**، لاہور، مکتبہ اساطیر، ۴۵۔اے مزنگ روڈ، اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص ۹۴
۵۔ احمد ندیؔم قاسمی، ماہنامہ **سنگِ میل**، پشاور، شمارہ ۲، ص ۵۷
۶۔ احمد ندیؔم قاسمی، ''طلوع''، مشمولہ **نقوش**، لاہور، شمارہ ۳، ص ۷، ۶
۷۔ احمد ندیؔم قاسمی، ''زنداں سلاسل''، مشمولہ **نقوش**، لاہور، شمارہ ۲۸۔۲۷، ص ۱۸۶
۸۔ احمد ندیؔم قاسمی، **محیط**، لاہور، نقوش پریس، اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص ۸۵
۹۔ ایضاً، ص ۸۶

۱۰۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی نظمیں، ص۴۶۳۔۴۶۴
۱۱۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی غزلیں، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص۳۶۲
۱۲۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی نظمیں، ص۳۵۸۔۳۵۹
۱۳۔ احمد ہمدانی، ''جدید غزل غالبؔ سے آج تک''، مشمولہ فنون، جدید غزل نمبر، ص۲۷۸
۱۴۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی نظمیں، ص۴۱۹، ۴۲۰
۱۵۔ احمد ندیمؔ قاسمی، لوحِ خاک، لاہور، اساطیر، ملک چیمبرز، متصل سیشن کورٹس، لوئر مال، اکتوبر ۱۹۹۱ء، ص۱۷۴
۱۶۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی نظمیں، ص۳۲۸
۱۷۔ ایضاً، ص۴۶۰۔۴۶۱
۱۸۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی غزلیں، ص۳۶۰
۱۹۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی غزلیں، ص۳۴۳
۲۰۔ ایضاً، ص۱۹۵
۲۱۔ احمد ندیمؔ قاسمی، لوحِ خاک، ص۱۸۶
۲۲۔ احمد ندیمؔ قاسمی، دوام، ص۱۹
۲۳۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی غزلیں، ص۴۱۹
۲۴۔ ایضاً، ص۶۹۵
۲۵۔ احمد ندیمؔ قاسمی، بسیط، لاہور، اساطیر، ۱۹۹۵ء، ص۶۴
۲۶۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی غزلیں، ص۴۳۷
۲۷۔ ایضاً، ص۳۱۰
۲۸۔ احمد ندیمؔ قاسمی، محیط، ص۲۹۰
۲۹۔ ایضاً، ص۲۸۶
۳۰۔ احمد ندیمؔ قاسمی، ندیمؔ کی نظمیں، ص۴۶۸
۳۱۔ ایضاً، ص۴۶۷
۳۲۔ احمد ندیمؔ قاسمی، پس الفاظ، لاہور، اساطیر، ۲۰۰۳ء، ص۱۹